علوم السنہ
شش ماہی
شعبہ حدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

عصرِ جدید میں مذہبی متون کا ترجمہ: مسائل اور چیلنجز کا تجزیاتی مطالعہ

Translating Religious Texts in the Age of Modernity: Analytical study of Issues and Challenges

Dr. Nasir Mahmood
Assistant Professor, Department of Arabic/Islamic Studies, University of Sialkot.
Email: nasir.mahmood@uskt.edu.pk

Dr. Raja Muhammad Zareef Khan*
Assistant Professor, Department of Arabic/Islamic Studies, University of Sialkot.
Email:dr.zareefkhan@uskt.edu.pk

Abstract

This study explores the complex challenges of translating religious texts in the age of modernity. It examines how the rise of modernist ideals—rooted in rationalism, individualism, secularism, and skepticism toward tradition—has deeply impacted the interpretation and translation of sacred texts, particularly within Islam. Modernity, emerging from Western socio-political and economic transformations, has influenced religious reform and shifted translation practices from revelation-based to rational and culturally adaptive approaches. The paper identifies key issues such as linguistic difficulties, cultural gaps, the marginalization of traditional frameworks, and the influence of digital media in spreading unofficial or sectarian translations. It highlights how some modern interpretations align religious texts with contemporary socio-political agendas, often at the expense of theological accuracy and classical exegesis. The trend of translation without scholarly grounding has further led to inconsistencies and doctrinal confusion. Additionally, the research reflects on the tension between using archaic versus contemporary language, which affects accessibility and theological fidelity. The study concludes that translating sacred texts today demands a rigorous, balanced approach that respects both the original message and the modern audience. It advocates for scholarly expertise, linguistic precision, and theological depth to ensure that translations preserve the spiritual and doctrinal integrity of the source texts.

Keywords: Modernity, Sacred Texts, Interpretation, Cultural Challenges, Linguistic Challenges, Translation Theory, Theology

تعارف

سولہویں صدی کے اوائل میں یورپ میں ایک نئی تہذیبی تحریک نے جنم لیا، جس کا آغاز بنیادی طور پر معاشی انقلاب سے ہوا تھا۔ یہ انقلاب دیگر تہذیبوں سے مختلف تھا کیونکہ اس کا مقصد صرف مسائل کا حل نہیں بلکہ معاشی نظام میں تبدیلی تھا۔ ظاہری طور پر یہ غیر دلچسپ لگ سکتا تھا، لیکن اس معاشی انقلاب نے نہ صرف معاشرتی، سیاسی، اور نظریاتی تبدیلیوں کو جنم دیا بلکہ مذہبی سطح پر بھی

* Email of corresponding author: dr.zareefkhan@uskt.edu.pk

گہرے اثرات مرتب کیے۔ یورپ میں اس معاشی تبدیلی کی بدولت زراعت سے انحصار ٹیکنالوجی پر منتقل ہو گیا، جس سے معاشی پریشانیوں کا خاتمہ ہوا۔ اس ترقی کے ساتھ ساتھ عام عوام نے اپنے حقوق اور سیاسی عمل میں حصہ لینے کا مطالبہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی مذہبی کنٹرول سے آزادی کا مطالبہ بھی اُٹھایا گیا، جس میں مارٹن لوتھر جیسی شخصیات کا کردار اہم رہا۔ لوتھر نے عیسائیت میں اصلاحات کی تحریک شروع کی، جس نے مذہبی عقائد اور اداروں کے بارے میں سوالات اٹھائے۔

جدیدیت کا آغاز مغربی دنیا سے ہوا، اور یہ تحریک مشرق تک پھیل گئی۔ جدیدیت دراصل ایک نظریاتی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی تحریک تھی جو یورپ میں روایت پسندی اور کلیسائی استبداد کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی۔ اس تحریک کے اثرات مذہبی سطح پر بھی ظاہر ہوئے، جہاں مذہبی نصوص کا ترجمہ جدیدیت کے تناظر میں کیا جانے لگا۔ اس کا آغاز عیسائی مذہب کی مقدس کتاب "انجیل" کے ترجمے سے ہوا، جس نے مختلف نظریات اور خیالات کو جنم دیا۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت اگرچہ مغربی اصطلاحات ہیں، لیکن ان کو سمجھنے کے لیے ان کی مدد سے مختلف علمی اور فکری تحریکوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ان سیاسی، معاشی، اور سماجی تبدیلیوں کے دور میں ایسے افراد اور گروہ ابھرے جنہوں نے اسلامی نصوص کی تعبیر و تشریح میں ایک آزادانہ نقطہ نظر اپنایا۔ اس کا ایک بڑا سبب مغربی فکر و فلسفے کا اثر تھا، جس نے مسلمانوں کی مذہبی تشریحات اور ترجمے کو متاثر کیا۔ اگرچہ دور جدیدیت میں کئی مثبت تبدیلیاں آئیں، تاہم مسلمانوں کے مذہبی نصوص کے تراجم اور تشریحات کے حوالے سے بہت سے مسائل اور چیلنجز سامنے آئے۔ ان مسائل کا تجزیہ اس مقالے میں کیا جائے گا، جس میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے گی کہ کس طرح مغربی فلسفہ اور جدیدیت کے اثرات نے مسلمانوں کے مذہبی نصوص کی تفہیم کو متاثر کیا اور ان کے ترجمے میں مشکلات پیدا کیں۔

جدیدیت:

عربی لفظ "جدۃ" سے ماخوذ لفظ جدیدیت اردو زبان میں نئی برآمدہ چیز کے لیے بولا جاتا ہے جبکہ انگلش میں اس کے لیے "Modern[1]"s کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور لفظ "مجدد" بھی اس سے مشتق ہے جس کا معنی، وقت کی ضرورت کے پیش نظر دینی علوم و اصطلاحات میں جدت پیدا کرنے والا یا فوت شدہ علوم کو از سر نو حیات بخشنے والا۔

جبکہ اصطلاح میں جدیدیت سے مراد: علوم وفنون میں ایک نیا انداز یا تحریک کہ جس کا مقصد کلاسیکی اور روایتی شکلوں سے بالکل جدا ہونا ہے، جنگ کے بعد جدیدیت آرٹ کی تاریخ کا حصہ بن چکی تھی۔

"A style or movement in the arts that aims to depart significantly from classical and traditional forms: by the post-war period, modernism had become part of art histor "[2]

"نشاۃ الثانیہ کے بعد مغرب کی فکر میں پیدا ہونے والی بنیادی تبدیلی کا نام وسیع تر جدیدیت ہے۔ تجدید کاری (Modernization) اور جمالیاتی جدیدیت (Modernism)، وسیع اور ہمہ گیر جدیدیت (Modernity) سے پھوٹنے والی شاخیں ہیں"۔[3]

جدیدیت کی اساس اس نظریے پر ہے کہ انسان کو کسی بیرونی مقتدرہ یا مافوق الفطرت ہدایت (یعنی وحی) کو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اچھائی اور برائی کا تعین وہ خود اپنی عقل اور ذاتی تجربے کی روشنی میں کرے۔ اس میں یا تو فرد اپنا ذاتی مشاہدہ بنیاد بناتا ہے یا

دوسروں کے تجربات کو اس شرط پر قبول کرتا ہے کہ وہ اس کی عقلی جانچ پر پورے اتریں۔ یہ تصور دراصل انسان کو کائنات کا مرکز قرار دینے پر زور دیتا ہے، جس کے نتیجے میں خدا کو مرکزیت دینے کا نظریہ پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ جدیدیت کے تمام فکری دھارے اسی انسان مرکوز سوچ کے گرد گھومتے ہیں، جہاں انسان اور اس کی انفرادی حیثیت کو بنیادی موضوع کی حیثیت حاصل ہے۔ جرگن ہیبرماس (Jürgen Habermas) کے مطابق، روشن خیالی (Enlightenment) کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ ماضی کے کسی فکری یا اعتقادی حوالے پر انحصار نہیں کرتی، بلکہ اپنی فکری بنیاد خود قائم کرتی ہے۔ ان کے بقول، روشن خیالی سے پہلے کے نظریات اپنے وجود اور سچائی کے ثبوت کے لیے تاریخی یا مذہبی حوالوں پر انحصار کرتے تھے، جب کہ روشن خیالی نے ایسے تمام ماضی کے سہاروں کو رد کر کے ایک ایسا نظریاتی نظام قائم کیا جو خود اپنے لیے معیار اور جواز مہیا کرتا ہے۔ ہیبرماس کے الفاظ میں:

"It has to create its own normativity out of itself."[4]

یعنی: "روشن خیالی کو اپنا جواز خود اپنے اندر سے تخلیق کرنا ہے۔"

یہ تصور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ روشن خیالی ایک خود مختار فکری تحریک ہے جو ماضی کی روایات کو چیلنج کرتے ہوئے انسان کو عقل، تجربہ، اور انفرادی سوچ کی بنیاد پر اپنے لیے راستہ متعین کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

ترجمہ کا لغوی معنی :

لفظ "ترجمہ" عربی زبان کے لفظ "ترجمہ" سے ماخوذ ہے، جو "ترجم" (ترجمہ) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لغوی معنی "تبدیلی" یا "انتقال" کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا۔ عربی میں "ترجم" کا مطلب ہے "کسی بات کو کسی دوسری زبان میں بیان کرنا" یا "کسی چیز کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا"۔

ترجمہ کا اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں "ترجمہ" کسی زبان کے الفاظ، جملوں یا متون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ یہ عمل زبان کے معانی، جملوں کی ساخت اور ثقافتی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے تاکہ اصل متن کا مفہوم اور مقصد صحیح طور پر دوسری زبان کے صارفین تک پہنچ سکے۔[5]

ترجمہ کے اہم پہلو:

- **لغوی ترجمہ :** لفظی طور پر ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا۔
- **معنوی ترجمہ :** کسی لفظ یا جملے کے اصل معنی کو دوسری زبان میں بیان کرنا، بغیر کسی اہم تبدیلی کے۔
- **ثقافتی ترجمہ :** زبان کی حدود سے آگے بڑھ کر، ثقافتی، سماجی اور تاریخی عوامل کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا تاکہ اصل مفہوم اور مقاصد کا درست ادراک ممکن ہو سکے۔

ترجمہ کی نوعیت اور فکری جہتیں:

ترجمہ صرف الفاظ یا جملوں کی دوسری زبان میں تبدیلی کا عمل نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ہمہ گیر فکری، لسانی، ادبی اور ثقافتی سرگرمی ہے جس میں خیالات، جذبات اور مخصوص تاریخی و سماجی سیاق و سباق کو مد نظر رکھنا لازم ہوتا ہے۔ زبان کے ہر لفظ میں ایک سے زائد

معانی، اظہار کے مختلف پیرائے، اور ثقافتی رمزیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا، ترجمہ محض لغوی منتقلی نہیں بلکہ ایک ایسا تخلیقی عمل ہے جو اصل متن کی روح کو ہدف زبان میں مؤثر اور بامعنی انداز میں منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

لسانی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ دو زبانوں کے درمیان مکمل مطابقت حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے، خاص طور پر جب وہ زبانیں مختلف لسانی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہوں۔ جملوں کی ساخت، محاورات، تمثیلات اور ادبی اسالیب مختلف ہوتے ہیں، جنہیں اصل معنی کے ساتھ دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک نہایت نازک اور تخلیقی عمل ہے۔

پروفیسر جیلانی کامران کے مطابق ترجمہ کبھی بھی سو فیصد اصل عبارت کے مطابق نہیں ہوتا، کیونکہ ہر زبان کی ساخت، نفسیات اور ثقافتی فضا الگ ہوتی ہے۔ جہاں ایک ہی لسانی خاندان کی زبانوں میں ترجمہ نسبتاً آسان ہو سکتا ہے، وہاں مختلف لسانی گروہوں کی زبانوں کے مابین ترجمہ تخلیقی محنت اور گہرے ادراک کا متقاضی ہوتا ہے۔ مترجم کو محض الفاظ کے برابری پر نہیں رکنا چاہیے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اصل مفہوم کو ہدف زبان کے قاری کے لیے اس انداز میں پیش کرے کہ وہ ترجمہ شدہ تحریر کو اصل جیسا محسوس کرے۔[6] اس کے لیے مترجم کو زبان کے صرف فنی پہلوؤں پر نہیں بلکہ اس کی معنوی گہرائی، ادبی تنوع اور ثقافتی نزاکتوں پر بھی عبور حاصل ہونا چاہیے۔ جب مترجم اپنی تخلیقی حس کا استعمال کرتا ہے، تو ترجمہ ایک زندہ و مؤثر اظہار بن جاتا ہے جو قاری کو نہ صرف فہم فراہم کرتا ہے بلکہ اس میں جذب اور اثر پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ بہترین ترجمہ وہی ہوتا ہے جو "ترجمہ" معلوم نہ ہو، بلکہ اصل تحریر کی طرح رواں اور مربوط لگے۔[7]

جدیدیت اور مذہبی نصوص کا ترجمہ:

مذہبی متن کا ترجمہ مختلف مذاہب اور مادری زبانوں کے ماننے والوں کو ان کے عقیدے کے ساتھ مزید گہرائی سے منسلک ہونے میں مدد دیتا ہے۔ جدیدیت کے تحریک نے زندگی کے ہر شعبے کی طرح مذہبی افکار کو بھی متاثر کیا جس کے نتیجے میں مذہبی نصوص کہ تراجم میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی جو بہت سے مسائل کا باعث بنی مذہبی نصوص کے ترجمے سے پیدا ہونے والے چند ایک مسائل درج ذیل ہیں۔ تراجم میں سب سے مشکل قسم مذہبی نصوص کا ترجمہ ہے۔ اردو میں فن ترجمہ کے مسائل اور مشکلات کی اہمیت کے پیش نظر جہاں فن ترجمہ کے اصولی مباحث پر کتب کی شدید کمی ہے وہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مذہبی ترجمے وسرے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عموماً مذہبی متون کے ترجمے کو علمی ترجمے کے ذیل تصور کر کے سرسری ذکر کرنے کے بعد ان پر بات نہیں کی جاتی۔ شاید اس کی سب سے بنیادی وجہ وہ عمومی عقیدہ ہے کہ چونکہ مذہبی کتب کا حسن الہامی ہے لہٰذا خدا کا کلام ہونے کی بناء پر انسان اس کو اپنے الفاظ میں منتقل نہیں کر سکتا۔ دنیا کے بڑے الہامی مذاہب کی کتب نہ صرف مانند قانون ہوتی ہیں بلکہ ان کو پڑھنا بھی کار ثواب شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا کے ترجمے کی فردی حیثیت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر قرآن پاک کے ایک حرف کو پڑھنے پر دس نیکیاں عطا کرنے کا وعدہ ہے ہذا ترجمے کی وہ اہمیت اور ضرورت نہیں رہتی بلکہ ہر مسلمان اس کے اصل نصوص ہی کو پڑھنا پسند کرتا ہے۔ کلام الٰہی ہونے کے سبب، نیز پیغمبر خدا پر وحی کی صورت نازل ہونے کی بدولت نصوص کو جو تقدس حاصل ہوتا ہے نیز فصاحت اور بلاغت کی جس طرح پر کلام الٰہی ہو سکتا ہے اس کے پیش نظر کسی انسان کے علم اور ذہن میں یہ صلاحیت نہیں سمجھی جاتی کہ وہ اس کو کاملیت کے ساتھ ترجمہ کر سکتا ہے۔ تاہم اس ترجمے کی افادیت اپنی جگہ ہے یہی وجہ ہے کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی کتب ترجمہ کی گئی ہوں۔ مذہبی نصوص کا ترجمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے علمی ہے مگر چونکہ ان نصوص کا خالق خود خالق کائنات ہے، نیز یہ احسن

الکتب ہونے کی بناء پر تمام تر لسانی و ادبی خصوصیات سے مملو ہوتے ہیں۔ ان کی بلاغت اور فصاحت نیز بعض مقامات پر تمثیلی انداز کی بدولت ان کو ادبی ترجمے کے ذیل میں شمار کیا جاسکتا ہے۔[8]

مذہبی نصوص کے ترجمے میں درپیش مسائل کی نوعیت:

مذہبی متون کا ترجمہ ہمیشہ سے ایک نازک اور سنجیدہ علمی عمل رہا ہے، لیکن عصر جدید میں جدیدیت کے فکری اثرات نے اس عمل کو مزید پیچیدہ بنادیا ہے۔ جدیدیت کے زیرِ اثر اب ترجمہ صرف زبانوں کے مابین الفاظ کی منتقلی نہیں رہا، بلکہ یہ عقائد، ثقافت، تاریخ اور فلسفہ جیسے اہم شعبوں سے جُڑ گیا ہے۔ اس دور میں مذہبی ترجمے جن مشکلات سے دوچار ہیں، ان کی نوعیت علمی، ادبی، فکری اور ثقافتی ہے۔ ذیل میں ان چیلنجز کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

1. **روایتی تشریحات سے انحراف:** روایت پر مبنی تراجم صدیوں سے چلے آرہے مذہبی فہم اور تفسیر کی حفاظت کا ذریعہ ہوتے ہیں، جن کا تعلق محض مذہب سے نہیں بلکہ معاشرتی، تاریخی اور ثقافتی شعور سے بھی ہوتا ہے۔ جدیدیت میں چونکہ عقل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس لیے بہت سے مترجمین مذہبی نصوص کو عقلی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں روایتی تفاسیر پس منظر میں چلی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن کی بعض آیات کی تفسیر میں جب ماورائی یا غیبی امور کو صرف عقلی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اصل مفہوم مجروح ہونے لگتا ہے۔
2. **عقل پر مبنی ترجمہ سازی:** جدیدیت کے دور میں عقل انسانی کو حتمی معیار سمجھا جاتا ہے۔ اس رجحان نے مذہبی تراجم میں بھی عقلی استدلال کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ یعنی اگر کوئی مذہبی تصور عقل سے سمجھ میں نہ آئے تو یا تو اسے مسترد کردیا جاتا ہے یا اس کی وضاحت نئی، عقلی اصطلاحات سے کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، فرشتوں یا جنّات جیسے غیبی مخلوقات کے وجود کو عقلی پیمانوں پر جانچنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو کہ ایمان کے دائرے سے باہر نکلنے کے مترادف ہے۔
3. **معاشرتی ضروریات پر مبنی تعبیرات:** کچھ جدید مفکرین اور مترجمین کا یہ مؤقف ہے کہ مذہبی نصوص کی پرانی تفاسیر ماضی کے معاشرتی تقاضوں کے تحت تھیں، جو آج کے زمانے میں قابلِ عمل نہیں رہیں۔ لہٰذا، وہ مذہبی متون کو نئے معاشرتی فریم ورک میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں بعض اوقات مثبت پہلو بھی سامنے آتے ہیں، لیکن اس رویے کے نتیجے میں اصل دینی تعلیمات سے انحراف اور اختلاف رائے میں اضافہ بھی ہوا ہے۔
4. **ہر فرد کا خودساختہ مترجم بن جانا:** جدیدیت نے علم کے دائرے کو فرد کی سطح تک کھول دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر شخص خود کو مذہبی متون کی تشریح اور ترجمہ کا اہل سمجھنے لگا۔ اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ ترجمے کے معیار میں فرق آگیا ہے اور مختلف، حتیٰ کہ متضاد تراجم منظرِ عام پر آنے لگے ہیں، جو عوام میں فکری انتشار اور غلط فہمیوں کا باعث بنتے ہیں۔
5. **حدیث کی حیثیت میں کمی لانا:** عصرِ جدید کے بعض رجحانات حدیث کی تشریعی اہمیت کو کم کرنے کے حامی ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور حدیث کی ضرورت کم ہوتی جارہی ہے، خاص طور پر جب کوئی روایت عقل یا سائنس سے ہم آہنگ نہ ہو۔ یہ رویہ دینِ اسلام کے جامع فہم کو نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ قرآن اور سنت دونوں اسلام کی بنیادیں ہیں۔

6. **لغوی و ثقافتی سطح کے مسائل:** مذہبی نصوص میں بعض الفاظ اور اصطلاحات ایسے ہوتے ہیں جن کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ کسی مخصوص تاریخی، جغرافیائی یا تہذیبی سیاق سے جڑے ہوں۔ اگر مترجم اس سیاق کو نظر انداز کرے تو اصل پیغام کا اثر کم یا تبدیل ہو سکتا ہے۔ قرآن کے بعض الفاظ جیسے "نُور"، "قلب"، "تقویٰ" وغیرہ ایسے مفاہیم رکھتے ہیں جنہیں ثقافتی فہم کے بغیر ترجمہ کرنا مکمل ممکن نہیں۔
7. **انٹرنیٹ اور غیر مستند تراجم کا پھیلاؤ:** ڈیجیٹل دور میں مذہبی تراجم کی اشاعت بہت آسان ہو چکی ہے، لیکن اس سہولت نے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ اکثر تراجم بغیر تحقیق، سیاق و سباق اور علمی معیار کے شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں فرقہ وارانہ رجحانات یا ذاتی نظریات کی جھلک بھی شامل ہو سکتی ہے، جو امت مسلمہ میں فکری انتشار کو فروغ دیتی ہے۔
8. **فرقہ وارانہ اثرات:** مذہبی تراجم میں موجودہ فرقہ وارانہ تقسیم بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ مختلف مسالک اپنے اپنے عقائد کی روشنی میں نصوص کا ترجمہ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک ہی آیت یا حدیث کے مختلف تراجم سامنے آتے ہیں۔ یہ صورتحال قارئین کو الجھن میں ڈالتی ہے اور وحدتِ فکر کو نقصان پہنچاتی ہے۔
9. **قدیم زبان کے الفاظ کا ابہام:** بعض اوقات ترجمہ کرنے والے قدیم زبان کے الفاظ کو موجودہ زبان میں تبدیل نہیں کرتے، یا ان کا درست متبادل نہیں تلاش کرتے، جس سے ترجمے کا مطلب بدل جاتا ہے یا قارئین کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ مثال کے طور پر "سیارہ" کا مطلب ماضی میں قافلہ تھا، مگر آج یہ لفظ ستارے کے لیے بولا جاتا ہے، جو ترجمہ میں بڑی الجھن کا باعث بن سکتا ہے۔

خلاصۃ البحث

مذہبی نصوص کا ترجمہ ایک نہایت حساس عمل ہے جس میں مترجم کو نہ صرف زبان کے الفاظ اور جملوں کی صحیح منتقلی پر دھیان دینا ہوتا ہے بلکہ ان کی ثقافتی، مذہبی، اور تاریخی اہمیت کو بھی سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس عمل میں سیاق و سباق کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے تاکہ اصل متن کا مفہوم صحیح طور پر منتقل ہو سکے۔ خاص طور پر، جب مذہبی نصوص کی بات کی جائے تو ان کی تعبیرات میں کسی بھی قسم کی کمی یا اضافے سے عقائد متاثر ہو سکتے ہیں۔ مذہبی متون کے تراجم کے دوران مترجم کو اس بات کا مکمل ادراک ہونا چاہیے کہ ان نصوص کی بنیاد پر عقائد، عبادات اور اخلاقی ضوابط کی تشریح کی جاتی ہے، جو ہر فرد کی زندگی کے اہم حصے ہیں۔ لہٰذا، مترجم کو نہ صرف زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے بلکہ اسے اس کلچر، معاشرتی پس منظر اور تاریخی تناظر کا بھی علم ہونا ضروری ہے جس میں یہ احکامات نازل ہوئے تھے۔ اس سے مترجم کو ان نصوص کے اصل مقصد اور پیغام کی بہتر سمجھ حاصل ہوتی ہے، اور وہ ان کی درست تشریح کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ مذہبی نصوص کے تراجم میں جدیدیت اور مغربی فکر کے اثرات نے نئے سوالات کو جنم دیا ہے، خاص طور پر جب بات مذہب کے اصولوں کی تشریح کی ہو۔ مغربی فلسفے اور جدیدیت نے عقلی بنیادوں پر بہت سے سوالات اٹھائے ہیں، جیسے کہ مذہبی عقائد کو جدید سائنسی یا فلسفیانہ اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا، یا پھر ان میں سے کچھ روایتی عقائد کو چیلنج کرنا۔ اس حوالے سے ترجمہ نگاری کی پیچیدگیاں مزید بڑھ جاتی ہیں کیونکہ مترجم کو ان سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہیں اس بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ ان کے تراجم مذہبی عقائد اور روحانی حقیقتوں کے ساتھ متصادم نہ ہوں۔ مذہب کے حوالے سے پیدا ہونے والے ان نئے سوالات کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ترجمے کے عمل میں نہ صرف زبانی معیار کو ملحوظ

خاطر رکھیں بلکہ ثقافتی، سماجی اور فلسفیانہ تناظر کو بھی مد نظر رکھیں۔ اس کے علاوہ، یہ بھی ضروری ہے کہ تراجم میں انسانیت اور عقلی سچائی کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ دینی متون کا پیغام موثر اور قابل فہم طریقے سے منتقل ہو سکے۔

نتائج:

اس تحقیق میں عصرِ جدید کے فکری، معاشرتی اور لسانی اثرات کا مذہبی متون کے ترجمے پر جو اثر پڑا ہے، اس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ ان اثرات کو سمجھنے کے بعد درج ذیل اہم نتائج سامنے آئے ہیں:

1. جب مذہبی کتب جیسے قرآن یا بائبل کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو صرف مطلب سمجھانا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس میں اس کتاب کی روح، عقیدہ، اور پیغام کو اصل انداز میں منتقل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے ترجمہ کرنے والے کو صرف زبان نہیں بلکہ دین، تاریخ، اور معاشرت کا علم بھی ہونا چاہیے۔
2. بعض مترجمین نے جدید سائنس، فلسفہ یا سوشیالوجی کے نظریات کو مد نظر رکھتے ہوئے آیات یا احادیث کی نئی تشریحات کیں، جن کی بنیاد عقل یا سائنسی اصولوں پر رکھی گئی۔ یہ طریقہ بعض جگہ مفید ہے، مگر اکثر جگہ اس سے دین کے اصل مفہوم میں تبدیلی آسکتی ہے۔
3. بغیر دینی یا لسانی مہارت کے مذہبی متون کا ترجمہ کرنے سے مفہوم میں غلطی، سیاق و سباق سے انحراف، اور عقیدے میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔ آج کل بہت سے ایسے ترجمے سوشل میڈیا یا ویب سائٹس پر موجود ہیں جو غیر مستند اور کسی حد تک گمراہ کن بھی ہیں۔
4. اسلامی شریعت قرآن اور حدیث دونوں پر مبنی ہے۔ صرف قرآن پر انحصار کر کے حدیث کو نظر انداز کرنا، دین کی مکمل تصویر کو ناقص بنا دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا رجحان ہے جو عصرِ جدید کی عقلیت پسندی سے متاثر ہو کر بڑھا ہے۔
5. بہت سی آیات یا احادیث میں ایسے الفاظ یا انداز بیان ہوتے ہیں جو کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت اپنا اصل اثر کھو دیتے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بلاغت، فصاحت اور رمزی زبان کا ترجمہ کرنا آسان نہیں، اور اس میں کمی بیشی سے قرآن کا اصلی پیغام بگڑ سکتا ہے۔
6. عصر جدید کے بڑے مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ یوٹیوب، فیس بک یا ویب سائٹس پر مذہبی ترجمے شیئر کرتے ہیں، جن میں سے اکثر کا نہ کوئی علمی معیار ہوتا ہے اور ناں ہی کسی طرح کی دینی تعلیم جس کی وجہ سے ایسے تراجم میں فرقہ وارانہ رجحانات، مخصوص مسلک کی تعبیرات یا ناقص فہم کی جھلک نظر آتی ہے، جو امت میں تقسیم اور انتشار کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیئے ضروری ہے کہ کسی بھی طرح کے غیر مستند تراجم کی بنیاد کوئی رائے قائم ناں کی جائے اور کسی بھی مغالطے یا تعبیر کی درست فہم کے لیئے مستند لوگوں سے رجوع کیا جائے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1] ڈاکٹر محمد رشید ارشد، تشکیل جدیدیت کے چند تاریخی عناصر، الادراک جرنل، جلد نمبر ۰۲، شمارہ ۰۲ (۲۰۲۲) صفحات ۳۵-۲۰

Dr Muhammad Rasheed Arshad. 2022: Genealogy of Modernity: Some Constituents. AL-IDRAK JOURNAL 2 (2): P.20-35.

[2] مطولاتھ، فادر ابراہم۔ "کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈوکس کلیسیائیں: ان کے اختلافات۔ "بائبل ریفلیکشن از فادر ابراہم مطولاتھ۔ رسائی کی تاریخ: 2 جولائی، 2025۔

Mutholath, Fr. Abraham. “Catholic, Protestant, and Orthodox Churches: Their Differences.” *Bible Reflection by Fr. Abraham Mutholath*. Accessed July 2, 2025.

[3] ناصر عباس نیر، جدید ومابعد جدید تنقید، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۴)، ص ۳۲۔

Nāṣir ‘Abbās Naīr, Jadīd o mā ba‘d-i jadīd tanqīd (Karāchī: Anjuman Taraqqī-yi Urdū Pākistān, 2004), p. 32.

[4] ضمیر علی بدایونی، جدیدیت ومابعد جدیدیت، (کراچی: اختر مطبوعات، ۱۹۹۹)، ص ۳۷۳۔

Zamīr ‘Alī Badāyūnī, Jadīdiyat o mā ba‘d-i jadīdiyat (Karāchī: Akhtar Matbū ‘āt, 1999), p. 370.

[5]"Tarjama." Rekhta Dictionary. https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-tarjama?lang=ur&utm_source=chatgpt.com. Accessed July 2, 2025.

[6] کامران، جیلانی۔ ترجمہ نگاری: فن، مسائل اور تجزیہ، (لاہور: مکتبہ جدید، 1995)، ص۔ ۴۵

Kamrān Jailānī, Tarjumah nigārī: fann, masā’ il aur tajziyah (Lāhaur: Maktabah-yi Jadīd, 1995), p. 45

[7] سجاد باقر رضوی ‘ڈاکٹر’ مقالہ ‘افسانوی ادب کے تراجم’ مشمولہ اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل’ مرتبہ اعجاز راہی’ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان اشاعت ۱۹۸۶ء)، ص ۲۰۳۔

Sajjad Bāqir Riżvī, “Maqālah: Afsānvī adab ke tarājim,” in Urdū zabān meṅ tarjumah ke masā’ il, ed. I‘jāz Rāhī (Islāmābād: Muqtadirah Qaumī Zabān, 1986), p. 203.

[8] فاخرہ نورین، ترجمہ کاری، مطبوعہ: ادارہ تحقیقات اردو اشاعت 2014، ص 31۔

Fākhirah Nūrīn, Tarjumah kārī (Islāmābād: Idārah Taḥqīqāt-i Urdū, 2014), p. 31.